✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25)

ترجمہ: اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

وَأَنْتَ	لَمَّا	وُلِدتَ	أَشْرَقَتِ
الأَرْضُ	وَضَاءَتْ	بِنُورِكَ	الأُفُقُ
فَنَحْنُ	فِي ذَلِكَ	الضِّيَاءِ	وَفِي
النُّورِ	وَسُبُلِ	الرَّشَادِ	نَخْتَرِقُ

(الدکتور عباس الجراری: الادب المغربي من خلال ظواهرہ وقضایاہ، مطبعة النجاح الجدیدة، الدار البیضاء، ط2، 1982م، صفحہ 142)

اے نبی! جب آپؐ پیدا ہوئے تو آپؐ نے نہ صرف زمین کو اپنے نور سے بھر دیا بلکہ آفاق بھی آپؐ کے نور سے منور ہو گئے اور ہم نے اسی ضیائے نور سے سیدھے راستوں کی طرف ہدایت پائی۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب“

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبد اللہ ابن عبد المطلب تھا۔ کنیت ابو قثم یعنی خیر وبرکت سمیٹنے والے، ابو محمد اور ابو احمد اور لقب الذبیح تھا۔ آپ کے والد عبد المطلب تھے جن کی کنیت ابو حارث اور ابو بطحاء تھی اور آپ قریش مکہ کے سرکردہ راہنما اور بنو ہاشم کے سردار تھے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔

آپ کے والد حضرت عبد المطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں...بیٹے: عباس، حارث، حمزہ، عبد اللہ، عبد مناف یعنی ابو طالب، زبیر، حجلا، مقوم، ضرار، عبد العزیٰ یعنی ابولہب اور بیٹیاں: صفیہ، ام حکیم، عاتکہ، امیمہ، اروی، برہ۔ ان میں سے ام حکیم کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کا نام بیضاء تھا اور حضرت عبد اللہ کی جڑواں بہن تھیں۔ دو مزید بیٹوں، قثم اور غیداق، کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام، جلد 1 صفحہ 154)

زمزم مکہ کا وہ مشہور کنواں ہے جس کی بنیاد حضرت اسماعیلؑ کے لیے خدائی قدرت سے نکلنے والے پانی کے چشمہ پر ہے۔ جب آپؑ کی اولاد کو مکہ سے نکال دیا گیا تو انہوں نے مکہ چھوڑنے سے پہلے اس کنویں کو بند کر دیا تھا۔ قصّی کے مکہ پر دوبارہ تسلط حاصل کر لینے کے باوجود زمزم دریافت نہ ہو سکا۔ اس کے دوبارہ دریافت کا سہرا عبد المطلب کے سر ہے۔ اس ضمن میں مشہور ہے کہ انہیں مسلسل چار دن تک خواب میں زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا۔

(ابن ہشام، سیرۃ، جلد 1 صفحہ 190-191)

آخر انہوں نے اپنے بیٹے حارث کے ساتھ، جو کہ اس وقت تک ان کا اکلوتا بیٹا تھا، کنواں کھودنا شروع کیا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ایک قدیم کنویں کے آثار نکلے۔

سامعین! زمزم کی کھدائی کے وقت عبد المطلب نے منت مانی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ان میں سے ایک کو قربان کر دیں گے۔ چنانچہ جب ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے تو انہوں نے خانہ کعبہ میں جا کر سب سے بڑے بت، ہُبل، کے سامنے تیروں سے فال نکالی کہ کس بیٹے کو قربان کیا جائے۔ فال عبد اللہ کے نام نکلی۔ چنانچہ عبد المطلب نے انہیں اسعاف و نائلہ بتوں کے پاس لے جا کر قربان کرنا چاہا۔ قریش کے اکابرین نے یہ دیکھ کر کہا کہ اگر ایسا ہوا تو پھر انسانی قربانی کا ایک سلسلہ چل نکلے گا۔ کافی بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ حجاز کی ایک مشہور کاہنہ سے مسئلہ کا حل دریافت کیا جائے۔ چنانچہ عبد المطلب مدینہ گئے۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ کاہنہ خیبر گئی ہوئی ہے۔ اس پر خیبر پہنچے اور اس کے سامنے سب واقعہ بیان کیا۔ کاہنہ نے سوچ بچار کے بعد اگلے دن فیصلہ سنایا کہ ایک انسان کی دیت، جو کہ دس اونٹ تھی اور عبد اللہ میں فال نکالو۔ اور پھر جب تک عبد اللہ کے نام فال نکلتی رہے اس میں ایک دیت کا اضافہ کرتے رہو۔ اس ہدایت کے مطابق عبد المطلب نے مکہ واپس آکر ہُبل بت کے سامنے دعا کی اور فال نکالی۔ فال میں ہر مرتبہ عبد اللہ کا ہی نام نکلتا۔ چنانچہ اونٹوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخر سو اونٹوں پر جا کر فال اونٹوں کے نام نکلی۔ عبد المطلب نے کہا کہ جب تک تین مرتبہ اونٹوں کے نام فال نہ نکلے یہ سلسلہ جاری رکھا جائے۔ مگر فال مزید دو مرتبہ اونٹوں کے نام نکلی اور یوں عبد اللہ کے بدلے میں سو اونٹوں کی قربانی دی گئی۔

(تاریخ الطبری، جلد 2 صفحہ 240-243، البیہقی، دلائل النبوۃ، جلد 1 صفحہ 85-86)

امام زہری کی ایک تفصیلی روایت میں بتایا گیا ہے کہ جب عبد المطلب کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے تو انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا تو عبد المطلب نے کہا کہ اے اللہ! تجھے یہ زیادہ عزیز ہے یا ایک سو اونٹ؟ اس پر دوبارہ قرعہ اندازی کی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ چنانچہ انہوں نے سو اونٹ قربان کر دیے۔

(الازرقی، اخبار مکہ جلد 2 صفحہ 43-44)

یہ روایت بہت سے اضافہ جات سے حقیقت کے نزدیک معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح کی روایت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم

عبد اللہ ابن عبد المطلب تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ آپ حسن و خوبی کے پیکر اور جمالِ صورت و کمال سیرت کے آئینہ دار اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلۂ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی خواستگار تھیں۔ مگر عبد المطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب و نسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن عبد اللہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبد اللہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبد اللہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے بچا لیا۔ ''وہب بن مناف'' بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبد اللہ سے بے انتہا محبت و عقیدت پیدا ہو گئی اور گھر آکر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی نورِ نظر حضرت آمنہ کی شادی حضرت عبد اللہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبد المطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ عبد المطلب اپنے نورِ نظر حضرت عبد اللہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ بنت وہب میں موجود تھیں۔ عبد المطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ شادی کے کچھ عرصہ کے بعد عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ کو کھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا، یا تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا۔ لیکن وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننہال ''بنو عدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ''دارِ نابغہ'' میں مدفون ہوئے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 101)

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبد المطلب کو حضرت عبد اللہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے ''حارث'' کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبد اللہ وفات پا چکے تھے۔ اُس وقت اُن کی زوجہ حضرت آمنہ حمل سے تھیں۔

حضرت عبد اللہ کا ترکہ ایک لونڈی ''اُم ایمن'' جس کا نام ''برکہ'' تھا اور کچھ اونٹ، کچھ بکریاں تھیں، یہ سب ترکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا جنہوں نے دو عالم کا بادشاہ بننا تھا۔ ''اُمِ ایمن'' بچپن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ کھلاتیں، کپڑے پہناتیں، پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں، اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر ''اُم ایمن'' کی دل جوئی فرماتے رہے۔

(الاستیعاب، کتاب النساء وکناھن، باب الباء، جلد 4 صفحہ 356)

سامعین! عبداللہ بن عبدالمطلب کے بارے میں کہ وہ موحد تھے یا نہیں مؤرخین نے بہت بحث کی ہے اور اکثریت کے نزدیک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤاجداد موحد تھے لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

"شرافت کا معیار ہر سوسائٹی کے اپنے اپنے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ واجداد عرب کی سوسائٹی کے مطابق شریف تھے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ معیار اسلام کے مطابق ان میں نیکیاں نہیں پائی جاتی تھیں۔

...بعض مفسرین نے غلطی سے وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ کے یہ معنے کئے ہیں کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مومن یعنی ساجد تھے۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ مجھے اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت دے دے مگر اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین کا یہ نظریہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مومن تھے درست نہیں۔ حضرت عبدالمطلب کے متعلق بھی جہاں توحید کی باتوں کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ذُبذبہ کی حالت میں تھے۔ کبھی توحید کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور کبھی شرک کی طرف۔ ان کا چاہ زمزم کی تلاش کے وقت یہ نذر ماننا کہ اگر خدا انہیں دس بچے دے گا اور وہ ان کی آنکھوں کے سامنے جوان ہوں گے تو وہ ان میں سے ایک کو قربان کر دیں گے اور پھر ہبل کے سامنے ان کا قرعہ اندازی کرنا بتا رہا ہے کہ توحید کا صحیح مقام انہوں نے نہیں سمجھا تھا۔

(تفسیر کبیر زیر آیت سورۃ شعراء 26 آیت 220۔ جلد 7، صفحہ 290-293)

پھر مزید فرماتے ہیں:

"اگر یہ معنی کئے جائیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ واجداد خدا رسیدہ تھے تو یہ صحیح نہیں، تاریخ اس کے خلاف ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے والدین مشرک تھے... تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے دادا پڑدادا موحد نہیں تھے اسی لئے وہ معنی جو مفسرین کی طرف سے کئے جاتے ہیں صحیح نہیں... آپؐ جب خود اپنے والدین کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مشرک تھے اور گو وہ رواجاً شرک کرتے تھے مگر کرتے ضرور تھے پھر یہ کہنا کہ آپ کے والدین موحد تھے یہ ایک ایسی بات ہے جس کے متعلق کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی نہیں ملتی۔ نہ قرآن کریم سے، نہ حدیثوں سے اور نہ تاریخ سے۔"

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ، انوار العلوم جلد 19، صفحہ 25-26)

لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد بظاہر موحد نہ تھے جیسا کہ بعض روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنی کتاب سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت بیان کی ہے جس آپؐ کا اپنی والدہ قبر پر جانا اور اسے دیکھ کر چشم پر آب ہو جانا اور صحابہ کا بھی رونے لگنا بیان ہوا ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ "اللہ نے مجھے یہ تو اجازت دی کہ میں اپنی والدہ کی قبر کو دیکھوں لیکن دعا کی اجازت نہیں دی۔"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے فرماتے ہیں:

"اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ آپ کی والدہ کی مغفرت نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہو گا اور کیا نہ ہو گا۔ لیکن اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور موقعوں پر فرمایا ہے کہ جو شخص شرک کی حالت میں فوت ہو اس کے لئے دعا مانگنا درست نہیں ہے بلکہ اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرنا چاہیے۔" (سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 111)

سامعین! لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ نسلِ ابراہیمی کی یہ شاخ خدا تعالیٰ نے اپنی خاص مشیت کے تحت اس سعادت کے لیے چن لی کہ اس کے صلب میں سے "وہ نبی" پیدا ہوا جو کہ رحمۃ اللعالمین کہلایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)